

اسٹیٹ بینک کا پالیسی ریٹ کو 12 فیصد پر برقرار رکھنے کا فیصلہ

اسٹیٹ بینک کے مرکزی بورڈ آف ڈائریکٹرز نے کراچی میں گورنر جناب یاسین انور کی سربراہی میں ہونے والے اجلاس میں ملکی معیشت کو درپیش اقتصادی مشکلات کا جائزہ لینے کے بعد پالیسی ریٹ کو 12 فیصد پر برقرار رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔

معیشت کو اقتصادی کارکردگی میں نمایاں تبدیلی پیدا کرنے کے لیے بنیادی اصلاحات کی ضرورت ہے۔ مرکزی بورڈ کے اجلاس کے بعد جاری کیے جانے والے زری پالیسی سے متعلق فیصلے کے مطابق بینکاری نظام خصوصاً اسٹیٹ بینک سے مالیاتی قرض کو محدود کیے بغیر گرانے کی توقعات کو یک ہندسی (single digit) اہداف کے قریب رکھنا مشکل ہے۔

تخمینے کے مطابق مالی سال 13ء میں بیرونی جاری حسابات کے خسارے کا حجم بلحاظ جی ڈی پی تقریباً مالی سال 12ء کے برابر ہی ہے۔ زری پالیسی سے متعلق فیصلے میں کہا گیا کہ تاہم مالی سال 13ء میں قرضے کی ادائیگیاں متوقع طور پر بڑھنے کی بنا پر معیشت کو خاصی زیادہ بیرونی رقوم کی ضرورت ہوگی تاکہ زرمبادلہ کے ذخائر محفوظ رہیں۔ نیز یوروزون میں مسائل کے سبب عالمی معیشت میں غیر یقینی کیفیت بڑھ چکی ہے۔ فیصلے میں مزید کہا گیا کہ چونکہ ڈالر سرمایہ کاری کے لیے محفوظ ہے اس لیے وہ گذشتہ چند ہفتوں میں تقریباً تمام کرنسیوں، خصوصاً یورو کے مقابل نمایاں طور پر مستحکم ہوا ہے اور پاکستانی روپیہ بھی اس معاملے میں مستحکم نہیں۔

زری پالیسی سے متعلق فیصلے کا مکمل متن ذیل میں درج ہے:

اگرچہ بیرونی اور مالیاتی دباؤ سے نمٹنا فوری توجہ کا تقاضا کرتا ہے تاہم حقیقی چیلنج معیشت میں نجی سرمایہ کاری کی بحالی ہے۔ جی ڈی پی کی کمزور نمونے کے باوجود گرانے کے دباؤ میں کمی نہیں آسکی۔ اس کے ساتھ ساتھ جدولی (scheduled) بینک نجی کاروبار کو، جسے پہلے ہی توانائی کی قلت کا مسئلہ درپیش ہے، قرضہ دینے سے گریز کر رہے ہیں۔ دوسری جانب مالیاتی حکام (fiscal authority) قلیل مدتی اندرونی قرضوں میں تیزی سے اضافہ کر رہے ہیں۔

مذکورہ حالات میں اسٹیٹ بینک کی زری پالیسی زیادہ موثر ثابت نہیں ہو سکتی۔ معیشت کی کارکردگی میں نمایاں بہتری کے لیے اس میں بنیادی اصلاحات کی ضرورت ہے۔ مثال کے طور پر بینکاری نظام خصوصاً اسٹیٹ بینک سے مالیاتی قرض کو محدود کیے بغیر گرانے کی توقعات کو یک ہندسی (single digit) اہداف کے قریب رکھنا مشکل ہے۔ رواں مالی سال میں بینکاری نظام سے قرض لینے کا عمل خاصا بڑھ گیا۔ یکم جولائی تا 25 مئی مالی سال 12ء کے دوران بینکاری نظام کے قرضوں میں 1098 ارب روپے (اگر گردش قرضہ کے جزوی تصفیے کے 391 ارب روپے منہا کر دیے جائیں تو 707 ارب روپے) کا اضافہ ہوا جبکہ اسی مدت کے دوران اسٹیٹ بینک سے لیا گیا قرض 414 ارب روپے (نقد بنیاد پر) بڑھ گیا۔ اسٹیٹ بینک سے لیے گئے قرضوں میں یکم اپریل تا 4 جون 2012ء کی مدت میں تیزی آئی اور ان میں 310 ارب روپے کا اضافہ ہوا جس سے مجموعی واجب الادا قرضوں کا حجم بڑھ کر 1660 ارب روپے (نقد بنیاد پر) تک پہنچ گیا۔ یہ روپیہ ایس بی پی (تریمی) ایکٹ 2012ء کی خلاف ورزی ہے جس کے تحت نہ صرف سر مائی قرضوں کی حد کو صرف تک رکھنا ضروری ہے بلکہ انہیں آئندہ سات برسوں میں واپس کرنا ہوگا۔

کوئی تعجب نہیں کہ مئی 2012ء میں سال بسال گرانے بلحاظ صارف اشاریہ قیمت (CPI inflation) بڑھ کر 12.3 فیصد تک پہنچ چکی ہے۔ گرانے کے رویے کا ایک قابل ذکر پہلو کمزور معاشی سرگرمی کے ساتھ ساتھ اس کا مسلسل بلند سطح پر رہنا ہے۔ گرانے کے اٹل رہنے (persistence) کی ایک ممکنہ وجہ یہ ہے کہ مالیاتی پوزیشن کا توسیعی اثر (expansionary effect) کمزور نجی طلب خصوصاً سرمایہ کاری کی طلب کو کم کر رہا ہے۔ اسٹیٹ بینک کو مالی سال 13ء کے دوران گرانے میں بہت اضافے کی توقع نہیں بلکہ موجودہ سطح کے آس پاس رہنے کی توقع ہے۔ مسئلہ صرف مجموعی طلب کے دباؤ کا نہیں بلکہ عوامی توقعات کا بھی ہے۔ اس لیے بینکاری نظام سے میزانیہ قرضوں (budgetary borrowings) کو محدود رکھنے اور واپس کرنے نیز یکساں اور معتبر پالیسیوں نافذ کرنے سے موجودہ مشکل صورتحال سے نکلنے میں مدد مل سکتی ہے۔

بینکاری نظام کے قرضوں کے بھاری حجم اور مالیاتی اصلاحات کی عدم موجودگی میں اس رجحان کے جاری رہنے کی توقعات کے باعث بینک سہل پسند ہو گئے ہیں۔ وہ صرف معیشت کی اضافی بچتوں (incremental deposits) کو جنہیں اوسطاً 7 فیصد پر اکٹھا کیا جاتا ہے، حکومتی تسمکات (government securities) کے لیے استعمال میں لا رہے ہیں جس سے انہیں مختلف عرصیتوں (maturities) کے تسمکات پر تقریباً 12 فیصد کا اوسط منافع ملتا ہے۔ جدولی بینک یہ سمجھتے ہیں کہ حکومت قرض لینے پر مجبور ہے اور وہ اپنے منافع کو متاثر کیے بغیر نجی شعبے کو قرض دینے سے گریز کا رویہ برقرار رکھ سکتے ہیں۔

اصل مسئلہ مالیاتی اتھارٹی کی آمدنی اور اخراجات کے مابین فرق کا ہے۔ مالیاتی اصلاحات کے بغیر اس فرق کو کم نہیں کیا جاسکتا۔ دراصل اضافی آمدنی پیدا کیے بغیر جدولی بینکوں سے قرض کی سطح کو کم کرنا اور ساتھ

ساتھ اسٹیٹ بینک سے قرضہ محدود کرنے اور واپس کرنے کا قانونی تقاضا بھی پورا کرنا دشوار ہے۔

عبوری اعداد و شمار کے مطابق مالی سال 12ء میں نجی سرمایہ کاری اور جی ڈی پی کا تناسب گر کر 12.5 فیصد ہو چکا ہے، اس سے بھی مالیاتی اصلاحات کی ضرورت ظاہر ہوتی ہے۔ بجلی کی مستقل قلت اور امن و امان کی نازک صورتحال کی بنا پر کاروبار کے لیے ماحول سازگار نہیں جس سے نئے نجی قرضے کی طلب ماند پڑ چکی ہے۔ چنانچہ کاروباری شعبے کا اعتماد بڑھانے اور سرمایہ کاری اور جی ڈی پی کے گرتے ہوئے تناسب کو روکنے کے لیے بجلی کے شعبے میں فوری اصلاحات درکار ہیں۔

جہاں تک بیرونی شعبے میں تبدیلیوں کا تعلق ہے اس میں مسئلہ بیرونی جاری حسابات کے خسارے کے حجم کا نہیں بلکہ خسارہ پورا کرنے والی بیرونی آمدنی کے ناکافی ہونے کا ہے۔ ورکرز کی بھاری ترسیلات زر (remittances) کے 10.9 ارب ڈالر کا سہارا ملنے سے مالی سال 12ء کے ابتدائی دس ماہ کے دوران جاری حسابات کا خسارہ 3.4 ارب ڈالر رہا۔ اگلے دو ماہ کا تخمینہ خسارہ بھی شامل کرنے کے بعد امکان ہے کہ یہ مالی سال 12ء کے دوران جی ڈی پی کا تقریباً 1.7 فیصد تک رہے گا جو پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک کے لحاظ سے کوئی زیادہ نہیں۔ دوسری طرف اس عرصے کے دوران سرمایہ کھاتے اور مالی کھاتے میں خالص آمدنی صرف 1.4 ارب ڈالر رہی۔ دوران سال آئی ایم ایف کے قرضے کی ادائیگی کی بنا پر اسٹیٹ بینک کے زرمبادلہ کے خالص سیال ذخائر آخر مئی 2012ء تک 11.3 ارب ڈالر تک گر چکے ہیں جبکہ آخر جون 2011ء میں یہ 14.8 ارب ڈالر تھے۔

مالی سال 13ء کے بیرونی جاری حسابات (external current account) کے خسارے کا تخمینہ بلحاظ فیصد جی ڈی پی مالی سال 12ء کے تقریباً برابر ہی لگایا گیا ہے۔ تاہم مالی سال 13ء میں قرضے کی ادائیگیاں متوقع طور پر بڑھنے کی بنا پر معیشت کو خاصی زیادہ بیرونی رقوم کی ضرورت ہوگی تاکہ زرمبادلہ کے ذخائر محفوظ رہیں۔ نیز یوروزون میں مسائل کے سبب عالمی معیشت میں غیر یقینی کیفیت بڑھ چکی ہے۔

چونکہ ڈالر سرمایہ کاری کے لیے محفوظ ہے اس لیے وہ گذشتہ چند ہفتوں میں تقریباً تمام کرنسیوں، خصوصاً یورو کے مقابل نمایاں طور پر مستحکم ہوا ہے اور پاکستانی روپیہ بھی اس معاملے میں مستثنیٰ نہیں۔ عالمی منڈیوں میں ڈالر کی قدر بڑھنے سے تیل کے نرخوں میں کسی حد تک ہونے والی کمی کی وجہ سے آتی ہے جو 13 اپریل 2012ء کو 130 ڈالر فی بیرل (سعودی عربین لائٹ) کی بلند سطح سے گر کر یکم جون 2012ء کو 97 ڈالر فی بیرل تک آگئے۔ عالمی معیشت میں متوقع سست روی کے پیش نظر معلوم ہوتا ہے کہ تیل کی قیمتیں سابقہ اندازوں کے مقابلے میں کم رہیں گی۔ پاکستان کے مجموعی درآمدی بل میں تیل کی ادائیگیوں کا حصہ تقریباً ایک تہائی ہوتا ہے، چنانچہ تیل کے نرخوں کا کم رہنا مثبت پیش رفت ہوگی۔ مثال کے طور پر پیٹرولیم مصنوعات اور خام تیل کا موجودہ مجموعی درآمدی حجم 21 بلین میٹرک ٹن ہے، اگر فی بیرل تیل پر عالمی نرخ 5 ڈالر کم ہوتے ہیں تو مالی سال 13ء میں درآمدی ادائیگیوں کی مد میں 700 بلین ڈالر تک بچت ہو سکتی ہے۔

اسٹیٹ بینک کے مرکزی بورڈ آف ڈائریکٹرز نے معیشت کو درپیش اقتصادی مشکلات کا جائزہ لینے کے بعد پالیسی ریٹ کو 12 فیصد پر برقرار رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔